اُردو غزل کامزاج

ڈاکٹر طارق محمود ہاشمی*

Abstract

"Every genre of literature has their own style and taste. Ghazal also has a very unique style and ever lasting impact on Urdu literature. Ghazal has proved has its identity and individuality over the years. It is the language of codes through which one can express feelings in a very decent way. It gave a new trend to Urdu poets and enhanced their creative skills. It introduced many new metaphors and similes in Urdu poetry."

اصنافِ ادب کی شناخت خارجی سطح پر اُن کی ہیئت جبکہ داخلی سطح پر اُن کا موضوع قرار پاتی ہے۔ لیکن ان سے بھی بڑھ کر جو عنصر کسی صنف کی نہ صرف پہچان بنتا ہے بلکہ اسے دیگر اصناف سے ممتاز کرتا ہے، وہ اُس کا مزاج ہوتا ہے اور صنف غزل کے سلسلے میں تو یہ عنصر بہ طورِ خاص ایک اہمیت رکھتا ہے کہ اُردو شاعری میں یہ واحد صنف نظم ہے جو اپنے مزاج کے باعث دیگر اصناف سے الگ اپنی ایک شناخت بنا چکی ہے۔

فارسی ادب اور بعدازاں اردو نیز برصغیر کی بعض دیگر زبانوں میں غزل کا تمام تر سرمایہ اب نظم میں شمار ہی نہیں ہوتا بلکہ اپنی ممتاز حیثیت کی وجہ سے دیگر اصناف کے مقابل خیال کیا جاتا ہے۔ اس تناظر میں یہ ضروری ہے کہ غزل کے مزاج کو سمجھا جائے اور اُن اوصاف کا تعین کیا جائے جن کے باعث یہ اپنی الگ شناخت رکھتی ہے۔

غزل کے مزاج کو سمجھنے کا اوّلین معاون ذریعہ شمس قیس رازی کا بیان کردہ تمثیل ہے۔ اُن کی تصنیف ''المعجم'' میں انتقادِ شعر کے حوالے سے تاریخی لحاظ سے بہت قدیم ہے لیکن خیالات کے اعتبار سے فکر جدید کی حامل ہے۔ غزل کے بارے میں جناب رازی نے مختلف جہتوں سے گفتگو کی ہے جن میں سے بعض نکات اگرچہ وہی ہیں جو اس کے عربی مفہوم سے مختلف نہیں ہیں، تاہم غزل کا مزاج سمجھنے کے لیے ان کی بیان کردہ آہو اور شکاری کتوں کی تمثیل بڑی موثر ہے، جس کے مطابق:

> "آہو جب شکاری کتوں کو دیکھتا ہے، پہلے تو بچ نکلنے کی کوشش کرتا ہے مگر جب بھاگتے بھاگتے عاجز آجاتا ہے اور تھک کر رہ جاتا ہے تو عالم بے بسی و مجبوری میں اُس کی زبان سے بے ساختہ چیخ نکلتی ہے۔ جس میں اتنا درد ہوتا ہے کہ شکاری کتوں کے

*اُستاد شعبہ اُردو جی سی یونیورسٹی' فیصل آباد

دل میں بھی ایسی رِقّت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے شکار کو بلکہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہے۔اور اُس چیخ کے اثر میں کچھ اس طرح کھو جاتے ہیں کہ انھیں اپنا مقصد بھول جاتا ہے۔"(۱)

غزل کی تعریف کے لیے اس تمثیل کی لفظیات اور علامتی نظام پر غور کیا جائے تو غزل ایک ایسی صنف ادب قرار پاتی ہے جو جمالیات سے جدلیات تک ہر نوع کی ادبی فکر کا احاطہ کرتی ہے۔

ہرن، زندہ رہنے کے استحقاق، زندگی کے حسن، جمالیاتی قدروں اور آزادی کی علامت جبکہ شکاری کتے جمالِ حیات کو مجروح کرنے والی اُن استحصالی قوتوں کا استعارہ ہیں جو کرہ ارض پر حسن و دانش کے بجائے محض طاقت و دہشت کو فروغ دینا چاہتی ہے۔ تمثیل میں غزل کو آہو کی چیخ قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے شکاری کتوں کے دل میں بھی ایسی رِقّت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے مقصد کو بھول کر کہیں اور متوجہ ہو جاتے ہیں۔

رازی کا یہ بیان غزل کی تاثیر کو واضح کرتا ہے کہ غزل کے اشعار میں کسی بھی نوع کے سنگین ترین حالات و بحران میں تبدیلی لانے کا جوہر موجود ہوتا ہے۔ یہ تبدیلی فکری طور پر خیالات کا تغیّر بھی ہے۔ داخلی طور پر کیفیات کا تبدّل بھی اور خارجی سطح پر حالات و واقعات کا انقلاب بھی۔اس تمثیل میں غزل مسائل حیات کی ترجمان نظر آتی ہے۔

مذکورہ تمثیل کی معنوی جہات کو سمجھا جائے تو غزل کی تعریف کے لیے اس کے لغوی معنی یا قدیم روایتی مفہوم کی حیثیت اب ایسی ہی ہے جیسے کسی فرد کا نام جو اس کی عام سماجی شناخت تو ہوتا ہے مگر اس کے اوصاف، استعداد، سیرت و کردار اور اس کے باطن میں موجود امکانات کا احاطہ نہیں کرتا۔

غزل بقول مختار صدیقی ''صنفِ ہزار شیوہ

"(۲)اور بقول فراق "انتہاؤں کا سلسلہ ہے۔

"(۳) یہ اتنی تلون مزاج صنفِ سخن ہے کہ حیات و کائنات کا ہر پہلو اس کی دسترس میں ہوتا ہے۔ اس کے "مضامین اتنے ہی زیادہ وسیع اور متنوع ہیں جتنا کہ خود انسان کی زندگی کے حالات و واقعات۔

"(۴) ہے ئت کے لحاظ سے غزل متّحد الوزن اور متّحد القوافی مگر مختلف الموضوع ابیات کا ایک سلسلہ ہوتا ہے۔اب آپ بھلے اسے "رنگا رنگ دانوں والی مالا

(۵) قرار دیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ غزل کی ساخت اپنے باطن میں ایک زبردست جمہوری

مزاج رکھتی ہے کہ صنف غزل اشعار کو ایک مخصوص وزن کا پابند تو بناتی ہے، قوافی کے لحاظ سے بھی کوئی زیادہ رعایت نہیں دیتی، نیز ردیف ہونے کی صورت میں اس کی تکرار میں بھی کسی نوع کی کوتاہی برداشت نہیں کرتی، مصرعوں کی پیمائش بھی ملحوظ رکھتی ہے لیکن جہاں تک فکر وخیال کا تعلق ہے غزل اپنے شعروں کو مکمل آزادیِ اظہار دیتی ہے اور کسی جبر واکراہ کو روا نہیں خیال کرتی۔

غزل کا ایمائی مزاج بھی اس کی جمہوری سوچ کا عکاس ہے جس طرح جمہوری نظام میں رائے دہندہ اپنی فکر کا اظہار خفیہ اور خاموش انداز میں کرتا ہے، اسی طرح غزل گو بھی بلاغت اور بلند آہنگی سے گریز کرتے ہوئے کنایوں اور اشاروں میں اپنے مطلب کی بات کہتا ہے۔

غزل اپنی اس خاصیت کے باعث ریزہ خیالی اور نیم وحشی صنف سخن ایسے الزامات کا ہدف بھی بنی ہے۔ اقبالؔ نے فلسفۂ عجم پر لکھے گئے اپنے تحقیقی مقالے میں غزل کی اس خصوصیت کی وجہ ایرانی نفسیات کی روشنی میں بڑے دلچسپ انداز میں بیان کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "میرے خیال میں ایرانی ذہن تفصیلات کا متحمّل نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ اس میں اس منتظمہ کا فقدان ہے جو عام واقعات ومشاہدات سے اساسی اصول کی تفسیر کر کے ایک نظام تصورات کو بتدریج تشکیل دیتی ہے۔ ایرانیوں کا تتلی سا بیتاب تخیل گویا ایک نیم مستی کے عالم میں ایک پھول سے دوسرے پھول کی طرف اڑتا پھرتا ہے اور وسعت چمن پر مجموعی نظر ڈالنے کے ناقابل نظر آتا ہے۔ اس کے گہرے سے گہرے افکار وخیالات غزل کے غیر مربوط اشعار میں ظاہر ہوتے ہیں۔"(۶)

غزل کے اشعار غیر مربوط ہونے کے باوجود اپنے باطن میں ایک ربط باہم رکھتے ہیں۔ شیخ صلاح الدین نے اس داخلی ربط کو ایک استعارے کے ذریعے یوں واضح کیا ہے کہ:

> "ایک پہاڑ پر چڑھ رہے ہوں، ہر طرف گھٹاٹوپ اندھیرا ہو، گھٹا گھنگور اور ہمہ گیر اور تہہ دار، بجلی بار بار کوندتی ہو، ہر کوندے میں وادی کا ایک منظر منوّر ہو جاتا ہو اور پھر اندھیرے میں گم ہو جاتا ہو۔ اندھیرے میں سے ابھرتے اور اس میں ڈوبتے مناظر کا یہ تسلسل ذہن اور تخیل میں جو کیفیت پیدا کرے گا اس سے ایک مربوط

جہان تخلیق کر لینا بعید از قیاس نہ ہوگا۔ کھرے شاعر کی غزل کا ہر شعر ایسا ہی ایک کوندا اور پوری غزل ایک جہان ہوتی ہے"۔(۷)

جیسا کہ پہلے عرض کیا ہے کہ غزل بھی اگرچہ ایک صنف نظم ہی ہے تاہم اس کا مزاج دیگر اصناف شعر سے اتنا مختلف ہے کہ غزل اور نظم کے مابین ایک حد فاصل مقرر ہو گئی ہے۔ غزل اپنی بعض خصوصیات کی بنا پر نہ صرف یہ کہ مختلف ہے بلکہ ممتاز بھی ہے۔ یہ خصوصیات کیا ہیں انھیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

غزل کی پہلی بنیادی خصوصیت داخلیت ہے۔ غزل کا شاعر کائنات دل سے زیادہ تعلق رکھتا ہے اور اس کائنات کے مظاہر کو وہ قرطاس پر مصور کرتا رہتا ہے۔ داخلیت کی خاصیت کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ غزل گو شاعر اپنی خارجی دنیا سے غیر متعلق ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے خارجی تجربات کو بھی اس پیرائے میں بیان کرتا ہے کہ جگ بیتی اور آپ بیتی میں حدّ فاصل کا تعین نہیں ہو سکتا۔ گویا غزل کا فن دلّی اور دل کی یکجائی کے اعجاز سے جنم لیتا ہے۔

غزل کی دوسری خصوصیت ایمائیت ہے۔ غزل گو شاعر اظہارِ احساس و جذبات کے معاملے میں رمز و ایمائیت کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے اور علامات، استعارات اور کنایات کے پردے میں بات کرتا ہے۔ سید عابد علی عابد نے بجا طور پر اردو غزل کی علامات کو عالمِ طلسمات(۸) قرار دیا ہے۔ لیکن غزل کا فن بعض اوقات اس عالم طلسمات سے زیادہ حیران کن بھی ہوتا ہے۔ غزل کا شاعر سادہ لفظوں میں بھی ایک جہانِ معانی سمو دیتا ہے۔ غزل کی ایمائیت کو ہمارے عہد کے ایک شاعر جمال احسانی نے ایک شعر میں یوں بیان کیا ہے:

جمال کھیل نہیں ہے کوئی غزل کہنا
کہ ایک بات بتانی ہے اک چھپانی ہے(۹)

اردو غزل کا اپنے تاریخی تناظر میں مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ غزل مشرقی ثقافت کی ایک خفیہ زبان(Code Language) ہے اور جب تک اس کی ایمائی زبان کے قفل ابجد کو کھولا نہ جائے غزل کے شعر کی تفہیم کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکتا۔

غزل میں ایمائی اور علامتی زبان کی وجہ دراصل شعر کی صفتِ اختصار ہے۔ شاعر کو اپنے خیال کی تمام تر وسعت اور ہمہ گیریت کو شعر کے دو مصرعوں کی مختصر اور محدود ساخت میں سمونا ہوتا ہے۔ گویا غزل گوئی ریل کے سفر کی مانند ہوتی ہے، جس میں پٹڑی کی دو آہنی لائنوں کے اندر رہ کر ہی ایک عالم کی سیر کی جاتی ہے۔

شعر کے چھوٹے سے فریم میں زندگی کی ایک بڑی تصویر کے متنوع نقوش معمور کر دینے کا غزل کا جوہر

مجنوں گور کھپوری کے نزدیک بھی اہل ایران کا مزاج ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ایران کا مزاج اختصار پسند واقع ہوا ہے۔ روزِ اوّل سے ایرانی شعر و ادب میں جس کی قدیم ترین مثالیں مذہبی کتابوں کے آیات و اقوال ہیں۔ رمز و تمثیل اور کنایہ و ایجاز کا میلان غالب رہا۔ اہل ایران نظم و نثر دونوں میں مختصر اور بلیغ ملفوضات کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔"(۱۰)

غزل کی صفت اختصار اس کا اعجاز بھی ہے۔ شمیم حنفی نے اپنے مضمون'' غزل کا سوالیہ نشان'' میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے:

"ایک امریکی سکالر نے فکشن پر گفتگو کے دوران میں جب مجھ سے ایک مختصر کہانی سنانے کی فرمائش کی اور میں نے شاید تین جملوں کی ایک لطیفہ نما کہانی سنائی تو وہ بولے کہ صاحب! ہمارے یہاں تو کچھ ادیبوں نے ناول بھی اس سے چھوٹے لکھے ہیں۔"(۱۱)

اردو کا افسانوی ادب یقیناً ایسے انوکھے انداز سے محروم ہے کہ ہمارے ہاں کسی فکشن لکھنے والے نے ایسے ہمہ گیر اسلوب کو دریافت کرنے کی سعی نہیں کی ہے لیکن شعری سطح پر اتنے جامع اور عجوبہ روزگار اظہار کی استعداد اگر کسی صنف میں ہے تو وہ غزل ہے کہ جس کا ہر شعر ایک مکمل داستان بلکہ لفظ و معنی کا جہان ہوتا ہے۔ علم بیان کی اصطلاح مجاز مرسل کی تعریف بیان کرتے ہوئے اہل دانش نے اس کی مختلف نوعیتیں بیان کیں ہیں۔ غزل کی وسعت کو دیکھا جائے تو یہ بھی مجاز مرسل ہی کی ایک قسم قرار پاتی ہے، جس میں جُزو کہہ کر کل مراد لیا جاتا ہے۔ بہت کم کہہ کر بہت کچھ نیز محدود بات کہہ کے لامحدود مطالب اخذ کیے جاتے ہیں۔

غزل کی ایک اور اہم اور امتیازی خصوصیت جسے سمجھے بغیر غزل کے بارے میں بہت سے مغالطے ہو سکتے ہیں اور ہوئے بھی ہیں، وہ یہ کہ غزل میں فوریّت (Imegiancy) نہیں ہوتی ہے۔ غزل کا شاعر خارجی تجربے کا فوراً اور براہِ راست اظہار نہیں کرتا بلکہ شدت جذبات میں بھی استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے پروفیسر حمید احمد خاں اپنے ایک مضمون میں بہت پتے کی بات کی ہے کہ:

" غزل واقعات کا روزنامچہ نہیں بلکہ ثقافتی قدروں کی تاریخ ہے۔ امروز و فردا کا ماجرا غزل میں اس حد تک بیان ہوتا ہے جس حد تک وہ

روحِ عصر کی ترجمانی کرے، یہاں وقت کی رفتار صبح وشام کے تغیر
سے نہیں قرنوں اور صدیوں کے انقلاب سے ناپی جاتی ہے"۔**(۱۲)**

گزشتہ کچھ عرصے اُردو تنقید میں لسانی مطالعات نے بہت اہمیت اختیار کی ہے۔ اور متن کی تعبیر کے نظریات ایک وسعت کے ساتھ زیرِ بحث لائے جارہے ہیں۔ رولاں بارتھ اور بعدازاں دریدا کے پس ساختیاتی خیالات کی رو سے متن کا مفہوم محدود نہیں بلکہ لامحدود ہوتا ہے۔

مذکورہ نظریات کی تفصیل میں جانے کا یہ محل نہیں لیکن اس امر پر ضرور غور کرنا چاہیے کہ غزل کی تعبیر عشقیہ مضامین کے تناظر میں بہت محدود پیمانے پر کیوں کی جاتی ہے اور اس جہانِ معنی کو دریافت کرنے کی سعی کم کیوں نظر آتی ہے۔ جو غزل کا شعر اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہوتا ہے۔ غزل کے مزاج کے عناصر، اس کے اوصاف اور اب جدید لسانی نظریات اس امر کے متقاضی ہیں کہ غزل کی تعبیرات کو از سرنو دیکھا جائے اور معنی کی سطح پر اسے تحدید کے دائرے سے باہر لایا جائے۔

حوالہ جات

۱۔ شمس قیس رازی۔ ''المعجم فی معائرِاشعار العجم'' دانش گاہ تہران، س ن، ص: ۱۶۔۴۱۵

۲۔ مختار صدیقی۔ مضمون'' غزل اور شہزاد کی غزل'' فنون لاہور (جدید غزل نمبر) ۱۹۶۹، ص:۳۲۸

۳۔ فراق گور کھپوری۔ مضمون''غزل کی ماہیت وہیت'' نگار کراچی جولائی ۱۹۳۷، ص: ۱۶

۴۔ مجنوں گور کھپوری۔''شعر اور غزل'' ادبی اکیڈمی کراچی، س ن، ص: ۱۳۱

۵۔ اختر انصاری۔''غزل اور غزل کی تعلیم''، ترقی اُردو بورڈ دہلی، ۱۹۷۹، ص:۱۱۸

۶۔ اقبال،''فلسفہ عجم'' (مترجم حسن الدین)، احمد یہ پریس، س ن ص: ۱۲۰

۷۔ شیخ صلاح الدین۔''ناصر کاظمی۔ایک دھیان''، مکتبہ خیال لاہور، ۱۹۸۶ص:۱۱۸

۸۔ سید عابد علی عابد۔''اصول انتقاد ادبیات'' مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۶، ص: ۳۳۷

۹۔ جمال احسانی، کلیاتِ جمال، دوست پبلی کیشنز، اسلام آباد: ۲۰۱۴ء، ص ۱۴۴

۱۰۔ مجنوں گور کھپوری۔''شعر اور غزل''ادبی اکیڈمی کراچی، س ن، ص: ۸۸

۱۱۔ شمیم حنفی۔''خیال کی مسافت''شہر زاد کراچی ۲۰۰۳، ص:۵۸

۱۲۔ پروفیسر حمید احمد خان۔ مضمون'' غزل کا مطالعہ''رسالہ اردو جنوری ۱۹۵۲، ص: ۵۷